رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

بے شک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے صہ
خواص سے عہ
ہندوستان سے باہر ۶؎
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے ۱۲؍

جلد ۱۶ نمبر ۳۰

الحکم

۷ ستمبر ۱۹۱۲ء

قادیان دار الامان

ایڈیٹر

شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چادر قادیان بینی · دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ تلاوت کی اصل غرض عمل ہے۔

اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے اور یہ آگاہی قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ترجمہ کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اس ترجمہ اور نوٹوں کی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے۔

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔

عاشق قرآن کریم مولٰنا مولوی حافظ نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے درس سے لئے ہوئے نوٹ اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو کیا آپ نے اب تک نہیں پڑھا۔ اگر نہیں تو ضرور پڑھیں اس میں نور ہدایت اور شفا ہے۔

ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ

نوٹ: آٹھ پارے تیار ہیں۔ آٹھوں کے اکٹھے خریدار سے مبلغ ۸ روپے معہ محصول ڈاک لئے جاوینگے۔

دفتر الحکم قادیان سے طلب کرو

مطبع انوار احمدیہ قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

حیات نور کا ایک ورق

وقتاً فوقتاً ایڈیٹر الحکم حیات نور کے اوراق میں سے کچھ نہ کچھ اپنے ناظرین کی روحانی غذا کے لئے شائع کرتا رہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک اور ورق دیا جاتا ہے لیکن آجکل رمضان ہے اور رمضان میں علی الخصوص حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ قرآن کریم کی طرف بہت ہوتی ہے اور اس کا سر یہ ہے کہ رمضان کو قرآن مجید کے نزول سے خاص تعلق ہے اس مہینے میں اس کے حقائق و معارف کا خاص نزول ہوتا ہے۔ اس لئے آج کے ورق میں وہی باتیں دی جاتی ہیں جن کا تعلق قرآن مجید سے ہے۔ ایڈیٹر

(سنہ ۱۳۲۶ ہجری کے درس رمضان میں سے)

ایک عیسائی سے مقابلہ کے وقت عجیب تفہیم

قرآن کریم کی بعض آیات خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہیں اور بعض مقامات خاص موقعوں پر حل ہوئے ہیں ایک عیسائی سے ایک مرتبہ مقابلہ ہوا۔ کتاب اللہ کی عظمت کا سوال تھا۔ معاً اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب نکتہ آپ کو عطا کیا کہ قرآن کریم اور دوسری کتابوں کے ابتدا کا مقابلہ کرو۔ اس نکتہ پر عیسائی مذکور کے سامنے یہ بات پیش کر دی گئی کہ قرآن مجید کے ابتدا اور بائیبل کے ابتدا کا مقابلہ کرو۔ حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ قرآن مجید کا ابتدا جن پاک الفاظ سے ہوا ہے کہ دنیا کی کوئی مدعی کتاب، کسی طلیق اللسان لیکچرار کا مضمون یا اسپیچ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ پاک الفاظ الحمد للہ ہیں۔

صوفی ازم کی جان رضا و تسلیم اور توکل و ایثار ہے۔ اور یہی دو لفظ ان تمام حقیقتوں کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ انسانی خلق کے دقیق راز اور علت غائی پر الحمد للہ ہی کے جملے میں اطلاع دی گئی ہے۔

الوہیت اور عبودیت میں جو رشتہ ہے اور الوہیت جو کچھ عبودیت سے تقاضا کرتی ہے اور عبودیت کا جو حقیقی معراج ہے وہ اس جملے میں موجود ہے۔

حقیقی راحتوں کی کلید اور تمام سکھوں کی منتہا جو اثر انسانی بناوٹ پر ڈالتی ہے اس کے لئے بہترین الفاظ الحمد للہ کے سوا نہ ملینگے۔

قرآن کریم الحمد للہ سے شروع ہو کر بتاتا ہے کہ جس عظیم الشان انسان پر اس کا نزول ہوا ہے اس کا قلب مطہر کیسا سکون اور اطمینان کی حالت میں ہے اور نیز یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید کس خدا کی طرف دنیا کو بلاتا ہے اب اس کے مقابلہ میں بائیبل کا آغاز دیکھو کہ کیا ہے؟

بیماری میں روزہ کا مسئلہ کیوں کر سمجھ میں آیا؟

قرآن کریم نے بیمار کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ میں نے خود ایک مرتبہ بیماری میں روزہ رکھ لیا۔ مجھے اسہال آتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسہال بند ہو گئے۔ میں بہت خوش ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے معلوم ہوا کہ میرے قویٰ رجولیت نہایت کمزور ہو گئے اور میں نامرد ہو گیا۔ اور تب خدا تعالیٰ نے مجھے میری غلطی پر آگاہ فرمایا اور سمجھ دی کہ میں نے بیماری میں روزہ رکھا یہ اس کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس پر رجوع الی اللہ کیا اور استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری طاقتوں کو واپس عطا فرمایا۔ اب میرا یقین ہے کہ بیمار کو ہرگز روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

تابوت سکینہ کے معنے کس طرح سمجھائے گئے

تابوت سکینہ کے معنے میں یہ کرتا ہوں کہ انسانی قلب میں سکینت ہوتی ہے۔ تابوت سکینہ جو بنی اسرائیل کو دیا گیا اس سے مراد وہ قلوب ہیں۔ جن میں موسیٰ کی پاک تعلیم تھی۔ یہ معنے مجھے رؤیا میں دکھائے گئے میں نے دیکھا کہ ایک دیوان ہے جو چھپا ہوا ہے اس کے حاشیہ پر ایک شعر کا فٹ نوٹ دکھایا گیا۔ التابوت القلب۔

تؤدوا الامانات الی اہلہا کے معنے

اس کے معنی ایک تو یہی ہیں کہ امانت والوں کے سپرد امانت کر دو۔ مگر اس کے سوا اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے کہ

(۱) انتخاب کمیٹی میں جو لائق ہو اُسے منتخب کرو۔

(۲) جس کو پیر بناؤ۔ سوچ لو کہ وہ کوئی شیطان نہ ہو۔

کثرت رائے کوئی چیز نہیں اسلام اس کا مجوز نہیں انتخاب میں تنازعہ ہو۔ تو اس کا فیصلہ آسان ہے نمونہ خلیفہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظیر موجود ہے۔

لاتقتلوا اولادکم کے معنے

قتل اولاد کی بہت سی صورتیں ہیں بعض عورتیں مانع حمل ادویات کھا لیتی ہیں تاکہ اولاد نہ ہو اور وہ مفلسی کا ذریعہ ہوگی۔ بعض اولاد کو یوں بھی قتل کر دیتے ہیں خصوصاً لڑکیوں کو۔ گو اب قانون نے انسداد کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان معنوں کے ماسوا ایک اور حقیقت بھی بتائی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ اولاد کی تربیت اور تعلیم دین کے لئے خرچ کرنے میں مضائقہ کرتے ہیں۔ اور اولاد کے لئے دعائیں نہیں کرتے۔ وہ بھی قتل اولاد کرتے ہیں اور یہ قتل اس قتل سے زیادہ شدید اور خطرناک ہے!

ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کے ایک ہی لڑکا تھا۔ میں نے اس کو بعض حالات کے ماتحت کہا کہ تم دعا کرو اور علاج کرو۔ شائد اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی اور لڑکا دیدے۔ مگر اس نے میری بات کی پروا نہ کی۔ اور کہا کہ اس طرح پر شراکت ہوگی۔ میں اس کے نتیجہ کی ٹوہ میں رہا۔ آخر وہ لڑکا مکان کی چھت سے گرا۔ اور اس کو ایسی چوٹ لگی کہ دماغی حالت خراب ہو گئی پھر وہ بہت حیران ہوئی اور روتی رہی۔ آخر اسی گھبراہٹ میں مر گئی۔ اولاد کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اگر تم نہیں کرتے تو گویا قتل اولاد کے محرک ہو۔ توبہ کرلو۔

حضرت صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مصر جاتے ہیں

ناظرین الحکم اس خبر کو خوشی اور تعجب سے سنیں گے۔ کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مصر کو جا رہے ہیں۔ اور یکم اکتوبر کو وہ مع الخیر بمبئی سے جہاز پر سوار ہو جائیں گے۔ صاحبزادہ صاحب کے سفر کی غرض بالکل عیاں ہے ان کے دلمیں جو تڑپ دنیا کو حق سے آگاہ کرنے کی ہے وہی جذبہ اور جوش انہیں مصر اور دیگر بلاد اسلامی اور خدا چاہے تو یورپ میں لے جا رہا ہے۔ صاحبزادہ صاحب اپنے ذاتی خرچ پر جا رہے ہیں۔ آپ نے انصار اللہ کے ممبروں کے نام جو خط لکھا ہے وہ ذیل میں چھاپ دیا جاتا ہے۔

ایڈیٹر الحکم بھی اس سفر میں محض آپ کے حالات سفر قلمبند کرنے اور آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ساتھ جانے کو تھا۔ مگر بعض اسباب کے پیش آ جانے کی وجہ سے اسے اس ارادہ کو ملتوی کرنا پڑا ہے۔ اور وہ اپنے مجوزہ سفر پر اس وقت روانہ ہوگا جب اللہ تعالیٰ وہ اسباب پیدا کر دیگا۔ جو اس کے لئے ضروری ہیں۔

اگرچہ بہت سے احباب حضرت صاحبزادہ صاحب کی ان عالیشان خدمات اور ضروریات سلسلہ کے جو آپکی ذات سے اس وقت وابستہ ہیں۔ چاہتے تھے کہ وہ اس مجوزہ سفر کو ملتوی کر دیں۔ مگر جس وجود کیلئے خدا کی وحی میں اولوالعزم کا لفظ آیا ہے وہ ایک سفر کے تہیہ کے بعد اس سے رک نہیں سکتا۔ خصوصاً جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح نے اور آپکی شفیق والدہ حضرت ام المومنین نے اجازت دیدی ہو حقیقت میں وہ سفر بڑا ہی مبارک ہے جو محض خدا کیلئے ہو۔ اور اس میں کسی دوسری غرض کی ملونی نہ ہو۔ یہ سفر آپ کیلئے آپ کی قوم اور اسلام و مسلمین کیلئے خدا کرے بابرکت اور سودمند ہو۔ اور آپ خدا کے فضل و کرم کے ساتھ فائز المرام واپس آئیں۔

یہ امید کرنی بے محل نہیں کہ انشاء اللہ العزیز حضرت صاحبزادہ کے حالات وقتاً فوقتاً موصول ہوتے رہیں گے اور وہ شائع ہوتے رہیں گے۔

کل قوم کا فرض ہے کہ وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے بعافیت اور سالماً غانماً واپس آنیکے لئے دعا کرتی رہے۔ اور صاحبزادہ صاحب تو اس سفر میں اپنی درماندہ قوم کو بھولیں گے ہی نہیں!۔

انصار اللہ کا تعلق حضرت صاحبزادہ صاحب سے ایک خاص تعلق ہے وہ آپ کیلئے کس درد اور جوش سے دعائیں کریں گے۔ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ انصار اللہ اس موقعہ پر اگر قادیان جمع ہو سکیں تو مبارک ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب فی الحال ۱۶ ستمبر کو قادیان سے مالیر کوٹلہ وغیرہ جاویں گے۔ اور غالباً ۲۰ ستمبر تک واپس ہو کر ۲۶ یا ۲۷ کو روانہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ہمیں یقین ہے۔ اس نے اپنے مسیح حضرت مسیح موعود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ انی معک و مع اھلک۔ تاہم ہمارا فرض ہے کہ ہم دعاؤں سے اپنے مخدوم کی نصرت کریں۔ اور حقیقی معنوں میں انصار اللہ ہوں۔ آمین۔ وہ خطوط یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میری طبیعت چونکہ کچھ دنوں نہیں مہینوں سے برابر علیل رہی ہے اس لئے جیسی کہ میری خواہش تھی۔ انصار اللہ کو تحریک نہیں کر سکا۔ مگر پھر بھی بعض دوست خاص طور سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ میری دوستو! آج تک کوئی انسان اس دنیا میں نہیں آیا۔ مگر موت نے آخر اسے ہم سے جدا کر دیا۔ خدا کی سب سے پیاری مخلوق انبیاء کا گروہ ہے میں دیکھتا ہوں ان کو بھی ایک مدت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہونا پڑتا ہے۔ یہ دنیا کوشش اور محنت کی جگہ ہے اس لئے ضرور ہے کہ وہ لوگ اپنی سعیوں اور کوششوں کا پھل پانے کیلئے آخرت کی طرف بھیجے جائیں تاکہ انکی محنتیں اکارت نہ جائیں۔

تیرہ سو سال سے ایک مسیح کا انتظار ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے اولیاء اس کی آمد کے منتظر تھے۔ اور اس کی ملاقات کیلئے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ آیا تو اکثر اس کی شناخت سے محروم رہے ہمیں خدا نے اس کے سایہ عاطفت کے نیچے جگہ دی۔ گو ہمارے اعمال ایسے نہ تھے کہ اس احسان کے مستحق ٹھہرتے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ آخر وہ رحمت کا زمانہ دیکھتے دیکھتے گزر گیا۔ اور وہ جسکی انتظاری تھی اور جس نے سینکڑوں سال تک اپنی آمد کی امید میں لوگوں کو لگائے رکھا تھا ہزاروں نہیں لاکھوں کو یتیم چھوڑ کر اپنے بھیجنے والے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی موت نے اس بات پر مہر لگا دی کہ جب مسیح محمدی باوجود اپنی اس عظمت کے ہمیشہ کیلئے زندہ نہ رکھا۔ تو مسیح موسوی کیا حق تھا کہ انیس سو برس تک عمر پاتا۔ وہ ایک قلعہ تھا جسمیں ہم پناہ لیتے تھے وہ ایک حصن حصین تھا جو ہماری حفاظت کرتا تھا۔ وہ ایک ڈھال تھی جسکے ذریعہ سے ہم تیروں سے بچتے تھے۔ وہ ایک پہاڑ تھا جس پر چڑھ کر ہم عداوتوں کے سیلابوں میں تباہ ہونے سے نجات پاتے تھے۔ وہ ایک مضبوط جہاز تھا۔ جسکے طفیل ابتلاؤں کے سمندر کی خطرناک لہروں سے ہم مامون تھے۔ اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا۔ کہ خدا ان لوگوں کی شان میں فرماتا ہے کہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ اسکی جدائی ہمارے لئے ایک ایسا ابتلا تھی کہ جسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ ہمارے لئے اس کی فرقت اس سے زیادہ خطرناک تھی جیسی کہ اس عورت کی موت اپنے شیرخوار بچہ کیلئے ہو سکتی ہے جسے جنگل میں چھوڑ کر وہ اس دنیا سے گزر جائے۔ وہ ہمارے لئے مایوسی کا دن تھا۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کے ذریعہ سے خبر دی۔ کہ اس دن سب پر اداسی چھا جائیگی۔ ہماری حالت بعینہ وہی تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صحابہ کرام کی ہوئی۔ اور ہم میں سے ہر ایک حضرت حسان کی طرح کہتا تھا۔ کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر۔ کہاں گئے وہ دن جب اسکی محبت بھرے کلمات ہمارے لئے آب حیات سے بڑھکر کام کرتے تھے اس کا ایک ایک لفظ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہزاروں ظلمات کے پردہ پھاڑتا چلا جاتا ہے۔ اس کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کے

[illegible] کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اور فرشتوں کو ملائکہ الہام کرتے تھے کہ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے ان دنوں کو فائدہ اٹھایا اور خوش نصیب ہیں وہ جنہیں ان بابرکت کلمات کے سننے کا اتفاق ہوا۔ اب وہ زمانہ تو گذر گیا ہاں یہ زمانہ ابھی باقی ہے کہ وما کان اللّٰہ معذبہم وہم یستغفرون پس میرے دوستو! اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اور اپنے نفوس کی اصلاح میں لگ جاؤ بیشک دنیا اپنی سب خوبصورتیوں کیساتھ گمراہی پر تلی ہوئی ہے لیکن تم اپنی دعاؤں کے حربہ سے اسکا مقابلہ کرو۔ اور ایک دوسرے کی دعاؤں سے مدد کرو تا اس جنگ سے کامیاب پھرو۔ تمھیں ایک امانت سپرد کیگئی ہے اسے پورا کرو۔ اور اپنے اعمال کی درستی کیساتھ ساتھ دین اسلام کی ترقی کی فکر کرو۔ یہ مت سمجھو کہ ہمیں کچھ نہیں آتا کیا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ تمہیں نہیں آتا۔ اور کیا اس سے بڑھکر کوئی اور تعلیم ہو سکتی ہے یاد رکھو کہ اس وقت خدا نے مسیح موعود کے ہاتھ پر دنیا کو فتح کرنیکا ارادہ کیا ہے پس اس سلسلہ کو وضاحت کیساتھ اور کھول کھولکر لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں ہر قسم کی مدد کرنیکے لئے تیار ہے اگر اس کام میں تمہیں اپنی جان اور مال بھی خرچ کرنا پڑے تو کیا حرج ہے کیونکہ مومن کے کام ضایع نہیں ہوتے۔ اور خدا کی طرف سے بے انتہا انعامات کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ اسوقت معاملات باہمی میں لوگ بہت پیچھے ہیں۔ اور حساب کے پکے نہیں۔ تم انصار اللہ آیندہ سے یہ عہد کرلو۔ کہ معاملات باہمی اور حساب کتاب میں بڑے صاف رہوگے۔ یہ تمہارا امتیازی نشان ہو۔ اور اگر آپ لوگ میری اس بات پر کاربند ہوں گے تو یاد رکھیں کہ خدا بھی آپ لوگوں سے امتیازی طور پر سلوک کریگا۔ اور کبھی ضایع نہیں ہونے دیگا۔ میرے اس خط لکھنے کی ایک بڑی وجہ میرا ایک ارادہ ہے۔ واللہ المستعان۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میں کچھ دنوں تک چند ماہ کیلئے ہندوستان سے باہر مصر جانا چاہتا ہوں (انشاء اللہ تعالیٰ) حضرت خلیفۃ المسیح نے اجازت دیدی ہے اور ستمبر کے آخر میں خدا نے چاہا تو میں یہاں سے رخصت ہو جاؤنگا خدا خوب جانتا ہے کہ کون کون زندہ رہیگا۔ اور کہ ہماری ملاقاتیں دوبارہ اس دنیا میں ہوں گی یا اگلے جہان میں اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ لوگوں کو جنہوں نے خاص طور سے میرے ساتھ عہد اخوت باندھا ہے یہاں سے جاتی دفعہ اپنے درد دل سے آگاہ کرتا جاؤں۔ شاید کسی کے دل میں وہ آگ جو میرے دل میں ہے کچھ اثر پیدا کرے۔ اور وہ دین کی کس مپرسی کی حالت میں اسکی مدد کرے کیسا افسوس اور کیسے غضب کی بات ہے۔ کہ محمد رسول اللہ فداہ ابی و امی جیسے انسان کی دنیا ہتک کر رہی ہے۔ قرآن شریف جیسی کتاب سے تمسخر کر رہی ہے اور ہم لوگ خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ ہمارے دل کیوں مر گئے۔ اور ہماری غیرتیں کہاں گئیں۔ خدارا کمر ہمت کسو اور اپنے اپنے رنگ میں اسلام جیسے خوشنما اور سچے مذہب کو دنیا کے سامنے پیش کرکے لوگوں سے پوچھو تو سہی کہ آخر اس میں کونسا نقص دیکھا۔ کہ جس سے تمہیں یہ شکوک پڑ گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں ڈیڑھ ماہ تک یہاں سے کچھ مدت کیلئے رخصت ہونگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ نہایت محبت اور پیار سے کام کرتے رہیں گے۔ بلکہ آگے سے زیادہ اور بہت زیادہ کوشاں رہیں گے۔ میرا دل ہر وقت آپ لوگوں کے ساتھ رہیگا۔ اور جسطرح یہاں میں آپ کیلئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ ان کو بڑھکر دعائیں مانگنے کی وہاں توفیق دے۔ آپس میں محبت سے رہو۔ اور سلسلہ میں محبت اور پیار قایم رکھنے کی کوشش کرو۔ میرے لئے وہ نہایت خوشی کی گھڑی ہوگی جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگوں کی کوششوں سے سلسلہ میں محبت اور پیار کی ترقی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ میرا جانا گو بہت حد تک اپنی صحت کی درستی اور عربی کی تحقیق کیلئے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ تبلیغ کیلئے بھی کوئی نہ کوئی راہ کھولدیگا۔ علاوہ ازیں کچھ اور اسباب بھی ہیں۔ جنکا ذکر کرنا شاید مناسب ہو۔ اب میں آپ لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا اور ہماری جماعت کے سب لوگوں کا خواہ کوئی ہوں کسی ملک کے رہنے والے ہوں۔ عورت ہوں مرد ہوں۔ بچہ ہوں بوڑھے ہوں۔ حافظ و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔ تم اپنے دنیا کیلئے نافع اور بابرکت وجود بننے کی کوشش کرو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو

(خاکسار مرزا محمود احمد)

دوسرا خط:۔ برادران! السلام علیکم۔ کیونکہ یہ زمانہ اسلام پر سخت ہے اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور ہمیں بھی واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم میں داخل ہونیکا دعوے یا امید ہے واللہ اعلم اسلئے صحابہ کے کام بھی کریں تو تب ہی ان انعامات کے مستحق ہو سکتے ہیں اس لئے باوجود اسکے کہ اسوقت ہماری جماعت پر چندوں کا ایک بار کثیر ہے میں ایک تجویز آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں جو اختیاری ہوگی آپ میں سے جو چاہیں اسمیں شامل ہو جائیں۔ ہر ایک پر لازمی نہ ہوگی۔ اور وہ یہ کہ ہر ایک جسکی آمدنی دس روپیہ ماہوار تک ہے وہ ایک روپیہ ماہوار دفتر انصار میں بھیجدیا کرے۔ اور جس کی پچیس سے پچاس تک ہے۔ وہ دو روپیہ ماہوار تک اور جس کی پچاس سے پچھتر تک ہے وہ تین روپیہ ماہوار۔ اسی طرح ہر پچیس روپیہ کی آمدنی پر ایک روپیہ کی زیادتی ہوتی جاوے۔ سال کے آخر میں ایسے آدمیوں کی ایک ایک جماعت مختلف علاقوں میں کم و بیش مدت کیلئے تبلیغ کیلئے بھیجدی جایا کرے۔ اور ہر ایک شخص اپنے جمع کردہ روپیہ کو اس سفر میں خرچ کریں۔ اسے کوئی بیرونی مدد نہ دیجاوے گی۔ مثلاً جو دس روپیہ ماہوار دیتے ہیں انکا ایک گروہ بناکر ایک پاس کے علاقہ میں مقرر کردیا جاوے۔ جہاں وہ تبلیغ کریں۔ جو پانچ روپیہ ماہوار دیتے ہوں۔ ان کو زیادہ دور کے علاقوں میں بھیجدیا جاوے۔ بیشک یہ ایک امتحان کی تجویز ہے لیکن دین اسلام کی موجودہ حالت کیلئے ہم جو کچھ بھی کریں کم ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ انصار اللہ میں سے صاحب ہمت احباب اس طرف ضرور توجہ فرمادیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کے مستحق بنیں گے جنکا مجاہدین سے وعدہ ہے میں سب سے اول اس مد میں اپنا نام لکھتا ہوں تاکہ یا ایہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون شامل نہ ہوں۔ و باللہ التوفیق۔ اس کے علاوہ قادیان کے دوستوں میں سے احباب قبل نے اس میں حصہ لینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ تجویز چل نکلی۔ تو امید ہے کہ اس سے اور بہت سے مفید کام بھی نکل سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ گو میں مصر جا رہا ہوں لیکن ابھی سے اس کام کو شروع کردیا جاوے تا انشاء اللہ واپس لوٹنے پر عملی کارروائی جاری کیجائے۔

۲۔ اسی طرح میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ صحابہ ہر کام میں اپنا ایک امیر بناتے تھے۔ جس کے مشورے سے سب کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سفر تک میں ایک کو امیر بنا لیتے تھے۔ اور

یہی ان کی کامیابی کا راز تھا اس لئے میں تجویز کرتا ہوں۔ کہ حافظ روشن علی صاحب کو جنکا نام قرعہ سے نکلا ہے۔ میرے بعد آپ لوگ مجلس انصار کا امیر سمجھیں اور اس مجلس کے متعلق سب کام ان کے مشورہ سے کریں۔ اور ان سے امید رکھتا ہوں کہ خود عملی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح کی فرمانبرداری کا اعلیٰ نمونہ دکھا کر آپ لوگوں کیلئے ایک عمدہ مثال قایم کریں۔ واللہ المستعان۔ (خاکسار مرزا محمود احمد)

فہرست ان انصار قادیان کی جنہوں نے چندہ دینا منظور فرمایا

(۱) شیخ عبدالرحمن صاحب لاہوری سکرٹری انصار اللہ۔
(۲) صوفی غلام محمد صاحب (۳) شیخ یعقوب علی صاحب
(۴) حکیم محمد عمر صاحب (۵) شیخ غلام احمد صاحب۔
(۶) مولوی شیر علی صاحب +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان بعثت

(نمبر اول)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت منہاج نبوۃ پر واقع ہوئی ہے۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اس وحی الٰہی میں جو کثرت کیساتھ آپ پر نازل ہوئی آپ کو نبی اور رسول کے لفظ کیساتھ پکارا گیا۔ اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ براہین احمدیہ سے لیکر آپ کی آخری کتاب چشمہ معرفت تک میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو مختلف نبیوں کے نام سے پکارا اور بالآخر جری اللہ فی حلل الانبیاء کے نام سے آپ کو خطاب کیا۔

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور شان بعثت پر مختلف قسم کی بحثیں جاری ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیام پہونچانے میں ہمنے کہاں تک کوشش کی ہے اس کے لئے ہم کو اپنے گریبان میں منہ ڈالکر غور کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود کی شخصیت اور ذات ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے۔ وہ دین جو عند اللہ الاسلام ہے کیونکہ مسیح موعود پر ایمان ایمان بالرسل میں داخل ہے اور قرآن مجید نے یہ ہدایت صاف لفظوں میں فرمادی ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ۔

اور یہی وجہ ہے کہ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ کی تلقین میں کسی خاص رسول کا نام داخل نہیں کیا گیا۔ اس امر پر مفصل بحث اسی مضمون میں انشاء اللہ دوسری جگہ آجائیگی کیونکہ حضرت مسیح موعود کی شان بعثت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل کیساتھ کلام کرنے کا خدا کے فضل سے ارادہ رکھتے ہیں اور اس میں جہاں تک شان و شخصیت کا ذکر ہوگا کوئی لفظ اپنی طرف سے پیش کرنیکی جرات نہ کرینگے۔ بلکہ خدا کے فضل و توفیق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے کلام اپنی تحریر سے یا حضرت خلیفۃ المسیح کے کلام اور تحریروں سے یا ان بیانات سے جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اخص و اکابر صحابہ حضرت مسیح موعود نے شایع کئے پیش کرینگے حضرت کی شان بعثت کے مفصل اظہار اور بیان کی اس لئے ضرورت ہے تا ان لوگوں کو جو اس سے ناواقف ہیں معلوم ہو جاوے کہ آپ کیا ہیں اور کیا نہیں؟

آپ کی شان میں وہ اطرا نہ ہو جسکے آپ مستحق نہیں اور نہ نعوذ باللہ آپ کی شان کو گھٹایا جاوے۔ احمدی قوم جبتک اپنے امام کو جو خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور و مرسل اور نذیر اور نبی ہو کر آیا ہے اسی رنگ میں پیش نہیں کرتی مشکل ہے کہ وہ ان مقاصد کو حاصل کر سکے جو اس کی آمد سے وابستہ ہیں۔

اگر حضرت مسیح موعود کی شخصیت کو بالکل الگ کر کے صرف یہ کہدیا جاوے کہ صرف آپ کی اس تعلیم سے غرض ہے جو آپ لیکر آئے تو مجھے اس کہنے میں معاف رکھا جاوے۔ تم نے رسول کی قدر نہیں کی۔ اور رسالت کی شان اور ضرورت کو تم نے محسوس ہی نہیں کیا!

دنیا میں اخلاقی تعلیم کبھی مفقود نہیں ہوئی اور ہمیشہ اور ہر زمانے میں ہر قوم میں اخلاقی صداقتیں موجود ہوتی ہیں بلکہ ہر شخص کے اندر بدیوں کیلئے ایک فطرتی کراہت اور نفرت موجود ہے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں کیوں بھیجا؟ اور ان کے آنیکی وجہ سے خود انہیں اور ان کے ماننے والوں کو عباد الدنیا کے ہاتھوں کیوں تکالیف پہنچیں الا؟

یہ ایک سوال ہوگا جسکا جواب آسان نہیں۔ برہمو خیال کے لوگوں کو انکار رسالت کیطرف اسی خیال نے مایل کر دیا اور انہوں نے اپنی جگہ قرار دیا کہ انبیاء علیہ السلام کی ہستی اور ان کے ماموریت پر ایمان لانا نعوذ باللہ غیر ضروری ہے۔ ہاں انکی اصلاح ملک و قوم ان کی تعلیم پاک کیلئے ہم ان کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ خیال ہے جو برہمو لوگ پیش کرتے ہیں۔ انکی اس تعریف کی میرے نزدیک ذرہ برابر وقعت نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسا خطرناک حملہ ہے انبیاء علیہم السلام کی ذات پر کہ منکر اور مخالف لوگ بھی نہیں کرتے کیونکہ برہموؤں کے خیال میں نعوذ باللہ

خدا کے مامورین مرسلین نے اپنے دعوے میں جھوٹ بولا

اسی طرح پر آج اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کی خدمات کی تو تعریف کرتا ہے لیکن آپ کے دعوے کو ماننے کیلئے تیار نہیں وہ

دوسرے الفاظ میں نعوذ باللہ آپکو کاذب قرار دیتا ہے

یا اگر ہم حسن ظن کے طور پر کہیں تو وہ اتباع رسول اور ضرورت نبوت کا انکار کر کے برہموازم پیدا کرنا چاہتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ لاہور کے مقام پر مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو بعد نماز عصر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شاہزادہ محمد ابراہیم خان صاحب کی ملاقات کیوقت ایک تقریر فرمائی تھی۔ جو ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کے الحکم میں طبع ہوئی۔ اس میں آپنے اس ضرورت پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا

تزکیہ نفس بڑا مرحلہ ہے اور مدار نجات تزکیہ نفس پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور تزکیہ نفس بجز فضل خدا میسر نہیں آ سکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا اور اس کا قانون جو جاذب فضل کیواسطے ہمیشہ سے مقرر ہے وہ یہی ہے کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیجاوے۔ مگر دنیا میں ہزارہا ایسے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ یہ نیک اعمال

بجلاتے ہیں۔ اعمالِ بد سے پرہیز کرتے ہیں۔ اصل میں ان کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ ان کو اتباعِ رسول کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ یاد رکھو یہ بڑی غلطی ہے۔ اور یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے۔ کہ ایسا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام پاک میں تزکیہ اور محبت الٰہی کو مشروط بہ اتباعِ رسول رکھا ہے تو کون ہے، کہ وہ دعویٰ کر سکے کہ میں خود بخود ہی اپنی طاقت سے پاک ہو سکتا ہوں۔ سچا یقین اور کامل معرفت سے پر ایمان ہرگز ہرگز میسر نہیں آ سکتا۔ جب تک انبیاء کی سچی فرمانبرداری اور معیت اختیار نکی جاوے۔"

قرآن مجید سے فی الحقیقت یہی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر رسولوں پر ایمان لانا اور ان کی شخصیت کا منوانا ضروری نہ تھا تو پھر الٰہی کتابوں کے آنے اور انبیاء کو ماموریت در نامزد کرنے کی بھی نعوذ باللہ کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ کام گویا ایک عبث اور باطل تھا۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

پس اے پڑھنے والو! غور کرو! اور پھر غور کرو کہ خدا تعالیٰ جو آسمانی سلسلے قائم کرتا ہے اس سے اس کا مقصد انسان پرستی پھیلانا نہیں ہوتا بلکہ ان انسانوں کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ کا درخشاں چہرہ دنیا پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ

آئینہ خدا نما ہوتے ہیں

قرآن مجید کو پڑھو اور اس پر تدبر کرو۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ رسالت کی کس قدر عظمت قرآن مجید نے بیان کی ہے رسالت اور الوہیت کے درمیان تفرقہ کرنیوالوں کے متعلق سخت وعید فرمایا؛

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا۔

قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھ کر ایک مومن کا دل گھبرا جاتا ہے، اور اس کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے سبب یہی ہے اس کے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کسی مامور و مرسل کی شخصیت پر ایمان لانا غیر ضروری سمجھے۔ اگر محض توحید اور اعمال صالحہ ہی کوئی چیز تھے تو کیوں لا الٰہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ کو شامل کیا گیا۔ اسی خیال اور گمراہی کے خیال نے مسلمانوں میں ایک گروہ پیدا کر دیا جو آج کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ کی نعوذ باللہ ضرورت نہیں۔ اور اس سے ترقی کر کے ایک شخص نے جو ڈاکٹر عبد الحکیم کے نام سے موسوم ہے یہ اعلان کیا کہ نجات کیلئے صرف توحید کا اقرار کافی ہے۔ گویا اس کے مذہب و اعتقاد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکی پاک جماعت کے تمام مساعی جمیلہ نعوذ باللہ فضول تھیں اور آپ اور آپ کے ساتھ والوں نے جو تکالیف اٹھائیں وہ محض بے سود اور نعوذ باللہ کم عقلی کا نتیجہ تھیں اس قسم کے بیہودہ خیالات اور لغو اور سراسر ہیچ مفتریات ان دماغوں کا نتیجہ ہوتا ہے جنہیں الٰہیات کے سمجھنے کا مادہ نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو پاک تعلیم لیکر آئے اور آپ سے پہلے جسقدر نفوس نبیوں کے نام سے آئے۔ اور اسی حیثیت سے انہوں نے دنیا کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ وہ سب کے سب جہاں لا الٰہ الا اللہ کی مشترکہ اور اجماعی تعلیم لائے وہاں انہوں نے اپنی اطاعت کا بھی حکم دیا۔ ان کا ایسا حکم اپنی شخصیت کی عظمت کیلئے نہیں تھا۔ بلکہ تکمیل توحید کی ہو نہیں سکتی جب تک ان مامورین و مرسلین پر کامل ایمان نہ ہو۔ کیونکہ وہ اصل غرض تو اسی ذریعہ سے پوری ہوگی جو کہ نمونہ فطرت اور تزکیہ نفس کے رنگ میں کہی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی مقتدر اور متصرف بالارادہ ہستی پر زندہ ایمان بلکہ عرفان پیدا نہیں ہو سکتا جب تک ان کمزور اور مشت استخوان ہستیوں کیساتھ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ ہوں جو ہی نشان ہوتے ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا ہے اور وہ ان کے ساتھ ہے۔

غرض یہ ایک مسلم بات ہے اور اس بات سے کوئی سلیم الفطرت انکار نہیں کر سکتا کہ توحید کی حقیقت کو سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک لازوال اور غیر متزلزل ایمان پیدا کرنیکے لئے ایمان بالرسالت کی ضرورت ہے۔ وہ شخص شیطان سے کم نہیں جو مسئلہ رسالت کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ پہلا وجود جس نے خدا کے ماموروں و مرسل خلیفۃ اللہ آدم کا انکار کیا وہ شیطان تھا۔ حضرت مسیح موعود کے سامنے یہ مسئلہ آیا ہے اور جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ عبد الحکیم مرتد نے یہ مذہب پیش کیا کہ نجات کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکی ضرورت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام گذشتہ نبوتوں کی جامع اور آئندہ آنیوالی نبوتوں کیلئے بطور ایک ام اور چشمہ کے ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی عدم ضرورت کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے کہ

کسی نبوت و رسالت پر ایمان ضروری نہیں

اور سچ تو یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں تو باقی نبوتوں پر ایمان محض ناقص اور ناکمل ہے اور وہ سود مند نہیں۔ ایک عیسائی ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے معذور ہو سکتا تھا۔ اور مسیحی اور موسوی نبوت کا اقرار اس کے لئے ایک سیڑھی کا کام دے سکتا تھا۔ مگر اس الحق کے آنیکے بعد اس کا انکار محض ہلاکت ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فماذا بعد الحق الا الضلال

پس جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار ہلاک کرنیوالا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ایک بند جوہڑ کی طرح قرار دینا اور اس کے اثمار و ثمرات سے انکار کر دینا یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کے انکار کی ایک صورت ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص ایک جلیل الشان بادشاہ کے متعلق یہ خیال کرے کہ یہ بادشاہ تو ہے۔ مگر اس کے دربار سے کسی کو کوئی فیض اور فضل نہیں ملسکتا۔ اور اس کی فرمانبرداری اور وفاداری و اطاعت کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ ایسا شخص درپردہ اس بادشاہ کی ہتک کرتا اور اس کے خلاف لوگوں کے اندر مخالفت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ پس اسی طرح جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک تمام نبوتوں کے جامع ہیں اور تمام پہلی روشنیاں انپر آکر پوری ہو گئی ہیں لیکن آئندہ کوئی شخص ان کے نور نبوت سے

فایدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور کوئی شخص اس نور کو لیکر نبی ہو سکتا۔ وہ اس روشنی کو روشنی نہیں بلکہ تاریکی قرار دیتا ہے۔ ایسی حالت میں جو شخص اس صداقت کے اظہار کیلئے مبعوث ہو اس شخصیت پر ایمان نہ لانا دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر پر بارہا روشنی ڈالی ہے۔ جیسا کہ ہمارے ناظرین اسی سلسلہ مضامین میں آپ کی تحریروں اور تقریروں کے اقتباس پڑھیں گے۔ **ضرورت نبوت** اور **ایمان بالرسالت** پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب **حقیقت الوحی** صفحہ ۱۰۹ سے لیکر صفحہ ۱۲۰ تک بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ میں ناظرین الحکم کی خدمت میں ادب سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس حصہ کو ضرور پڑھیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ ہماری جماعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کیطرف کم توجہ کرتی ہے۔ اور بہت تھوڑے لوگ ہیں جو التزاماً آپ کی تصانیف کو پڑھتے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور **معرفت** اور **یقین** کی راہیں کھلتی ہیں۔ **امام الزمان** کو جو بسطت فی العلم دیجاتی ہے اس کے آثار و ثمرات سے انسان بہرہ مند ہوتا ہے غرض مامورین و مرسلین کی **بعثت** پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اور بدوں اس کے ایمان ناقص اور بے سود رہتا ہے۔

اب اس تمہیدی نوٹ کے بعد یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے کس رنگ میں پیش کیا ہے۔ کیا ایک نبی اور رسول کی شان سے یا محض ایک معمولی ریفارمر کی حیثیت سے جس کا ماننا نہ ماننا یکساں ہو۔

اس مقصد کیلئے مجھے اپنی طرف سے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ میں خود حضرت مسیح موعود کے اپنے الفاظ پیش کرتا ہوں جن میں انہوں نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یا واضح الفاظ میں یوں کہو کہ جسطرح خدا نے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اطلاع:۔ میری بیماری بھی الحکم کی تعویق کا موجب ہوئی۔ (ایڈیٹر)

اشتہار

بعدالت منصف صاحب درجہ دویم بہادر بٹالہ

ضلع گورداسپور

پورن سنگھ نابالغ ولد بھگوان سنگھ برفاقت بھگوان والد خود مرابت سکنہ فاضل اللہ کی بٹھانہ کوٹ شیخان تحصیل شکر گڑھ مدعی

بنام بہان سنگھ ولد جیون سنگھ قوم جٹ سکنہ گھیسٹے نگر تھانہ فتحگڑھ تحصیل بٹالہ مدعا علیہ

دعویٰ مالیہ ۵ خرچہ ماط

مقدمہ مندرجہ عنوان میں برخلاف مدعا علیہ کے مدعی نے عدالت ہذا میں دعویٰ دائر کیا ہے۔ بیان مدعی سے پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مذکور عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اس لئے اشتہار زیر آرڈر ۵ ضابطہ ۲۰ ضابطہ دیوانی بنام مدعا علیہ مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ وہ تاریخ ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو اصالتاً یا بذریعہ وکیل یا مختار یا جسکو مقدمہ کی جوابدہی و دیگر امور کے متعلق پوری پوری ہدایت اور اختیارات حاصل ہوں۔ حاضر ہوکر جوابدہی کرے۔ اگر مدعا علیہ مذکور یا اسکا اپنا ایجنٹ یا مختار یا وکیل حاضر نہ ہوگا تو اس کے برخلاف تحقیقات یکطرفہ عمل میں آوے گی۔ آج بتاریخ 28 8/12 بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

خطبات نور حصہ اول عہ

یہ مجموعہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات کا جو نہایت عمدہ کاغذ پر میرے مکرم بھائی شیخ عبدالحمید صاحب آڈیٹر پٹیالہ سٹیٹ ریلوے لاہور نے ابھی چھپوا کر شایع کیا ہے ایک عرصہ دراز گزرتا ہے کہ میں نے خطبات کے مجموعہ کے چھاپنے کی تحریک اور تجویز کی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت مخدوم الملۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ خطبے خطبات کریمیہ کے نام سے میں نے شایع بھی کئے تھے۔ مگر پھر یہ تجویز بعض اسباب کے ماتحت معرض التوا میں ہی رہی اب شیخ صاحب نے اس کو عملی لباس پہنایا۔ اس حصہ اول میں جسقدر خطبات درج ہیں۔ وہ ایڈیٹر الحکم کے لکھے ہوئے اور الحکم میں متفرق طور پر شایع شدہ ہیں۔ میرے لئے یہ امر بہت ہی خوشی کا موجب ہے کہ میرے قلم کی کوششیں میری زندگی میں الحکم کے کالموں سے نکلکر کتابی صورت اختیار کرتی ہیں+

مجھے ایک افسوس بھی ہے اگر ان خطبات کو شایع کرنے سے پہلے مجھ سے ذکر کیا جاتا تو میں بجد لعدیہ مشورہ ضرور دیتا کہ جن آیات پر حضرت نور نے خطبات پڑھے ہیں ان کو پورا لکھا جاتا مگر ایسا التزام نہیں کیا جاسکا۔ آیندہ اس سلسلے میں اس امر کو مدنظر رکھا جاوے۔ کتاب نہایت عمدہ چھپی ہے اور ۸ قیمت پر پبلشر صاحب سے ملسکتی ہے۔ ان خطبات کو رایج کرنا چاہئے۔

کلمۃ الحق عہ

کلکتہ سے مولانا آزاد نے ایک نیا باتصویر ہفتہ وار اخبار **الہلال** کے نام سے شایع کیا ہے۔ یہ **جرنلزم** ہندوستان کی اردو اخباری دنیا میں یگانہ **اضافہ** ہے۔ یہ اخبار بالکل **مصری** اور **یورپین** اخبارات کی طرز پر شایع ہونے لگا ہے۔ اور پروپرائیٹر صاحب نے نہایت اولوالعزمی اور بلند حوصلگی سے اس کے اجرا میں کثیر اخراجات کو برداشت کیا ہے اس کی قیمت سالانہ آٹھ روپیہ اس کی صوری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ الہلال کی کسی گذشتہ اشاعت میں **حق گوئی** کے متعلق دو تین نہایت ہی قابل قدر نوٹ شایع ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ الحکم کے ناظرین بھی اس سے لطف اٹھائیں۔ اس لئے وہ ذیل میں چھاپ دیئے جاتے ہیں۔ ایڈیٹر۔

ہمارے سامنے تو صرف دو ہی راہیں ہیں (فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر) کفر و اسلام۔ شرک توحید۔ نور و ظلمت۔ صداقت و کذب۔ حق و باطل ہر شخص مختار ہے کہ دونوں میں سے ایک اختیار کرے۔ (لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) لیکن جدید فن اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ گو یہ سچ ہو۔ مگر ان دونوں کے درمیان ایک برزخی اور بین بین راہ بھی ہے۔ اور ہمکو بھی اختیار کرنی چاہیئے۔ اسی میں فلاح اور اسی میں ہر دلعزیزی ہر

کفر و اسلام دونوں کو ساتھ لیجئے۔ بت پرستی و توحید دونوں کو عمل میں لائیے۔ اہرمن اور یزدان دونوں کو رام کیجئے۔ ایک ہی طرف کیوں جھکئے جب دونوں دروازے کشادہ ہو سکیں۔ صرف کعبے ہی کیوں ہو رہیئے۔ جب بتکدے سے رسم و راہ قایم رہ سکے؟ نؤمن ببعض ونکفر ببعض۔ ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا۔

معشوق ما بشیوۂ ہر کس موافق است
با ما شراب خوردہ و بزاہد نماز کرد

ہم اپنے بعض پاک باطن مگر ظاہر آلودہ دوستوں کو دیکھ رہے ہیں کہ دبی زبان سے ہمیں اسی تعلیم کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ اخلاق کے بعض دلچسپ پیرائے لوگ بان ہیں اور کہتے ہیں حق گوئی سے مانع نہیں۔ لیکن اگر حق گوئی کا حق اسطرح ادا ہو سکے کہ باطل کا دل بھی ہاتھ میں رہے تو اس میں کیا مضایقہ؟ اک زمانہ کو خواہ مخواہ دشمن بنا لینا کونسی عقلمندی کی بات ہے؟

اس میں شک نہیں کہ ان تعلیمات میں نفس انسانی کیلئے بڑی سخت کشش ہے۔ ہر دلعزیزی اور ممدوح خلایق ہونا کسے پسند نہیں؟ ہم ضرور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمیں تو کوئی تیسری راہ سامنے نظر نہیں آتی جس راہ پر چلکر زمانہ سمجھ رہا ہے کہ دونوں راہوں کا برزخ اس کے قدموں کے نیچے ہے۔ وہ فی الحقیقت نفس شریر کے خدع و فریب کا ایک سیمیائی کرشمہ ہے وہ یہ گلیاں بھی بالآخر اسی شاہراہ میں جا کر گری ہیں۔ اسلام اور حق و صدق مرادف الفاظ ہیں۔ اس کی راہ تو ایک ہی ہے اور ایک ایسا باریک خط جس کے ادہر ادہر قدم لٹکانے کا کوئی سہارا نہیں اگر قدم کو ذرا بھی لغزش ہوئی تو پھر یقین کیجئے کہ آپ کیلئے کفر و باطل کے سوا اور کوئی شاہراہ نہیں ہے۔

نفاق کی مقبول عام گلی بھی اسی شاہراہ کی ایک شاخ ہے۔ یا پھر نام بدل گئے ہیں۔ اور راستہ ایک ہی ہے۔ کفر سے تعبیر کیجئے یا نفاق سے۔ سچ ہمیشہ سے ایک ہی جگہ اور ایک ہی شکل میں رہا ہے۔ جب ملیگا تو وہیں ملیگا۔ اور اور جگہ اور شکلوں میں ڈھونڈھنا لاحاصل ہے۔ آپ سے پہلے تیرہ سو برس ہوئے ایک بڑی جماعت تھی۔ جس نے اسی گوشہ میں پناہ لینی چاہی تھی۔ مگر خدا نے فرمایا:۔

ان المنافقین یخادعون اللّٰہ وھو خادعھم ×
× × × مذبذبین بین ذٰلک لا الیٰ ھؤلاء ولا الیٰ ھؤلاء ×

حق اور باطل دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ انہیں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجئے۔ اگر حق کی راہ اختیار کی ہے تو پھر مصلحت پیرایۂ بیان۔ طرز ادا۔ الفاظ شہد نما۔ و معانی زہر آلود۔ اور اسی قبیل کی تمام باتوں کیلئے **نفاق** کے سوا اور کوئی لقب نہیں۔ سچ کہیئے گا تو جھوٹے کو چوٹ لگے گی ہی۔ اس کو بچانے کی کوشش نہ کیجئے۔ ورنہ آپ کفر سے زیادہ دنیا کے لئے مہلک ہیں۔ نرمی و آشتی۔ حسن ادا۔ پیرایۂ بیان مصلحت بینی۔ اور مقتضیات زمانہ کے اگر یہی معانے ہیں جو بتلائے جاتے ہیں تو خدا کیلئے ہمیں سمجھائیے۔ کہ پھر نفاق و منافقی کی خصوصیات اور کیا ہیں؟ اگر ایک بات سچ ہے تو اس کو صاف صاف کہدیجئے۔ اگر کچھ لوگ برے ہیں۔ تو کھول کھول کر ان کی برائی بیان کر دیجئے۔ بری باتوں کے اظہار کے لئے اچھے لفظ کیوں استعمال کئے جائیں؟ بداعمالوں کو کیا حق حاصل ہے کہ نیک کرداروں کے حقوق کا مطالبہ کریں؟ اگر یہ طریقہ پسند نہیں تو پھر بتوں کو آستین میں چھپانے کی جگہ بہتر ہے کہ سر پر جگہ دیجئے۔ ظاہر و باطن میں مطابقت جھوٹ میں بھی ہو تو سچائی سے خالی نہیں۔

بس کا فراست زاہد از برہمن و لیکن
او را بت ست در سر و در آستین تمارو

یاایھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللّٰہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون۔

ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کڑوی سے کڑوی دوا پی لیں گے مگر شرط یہ ہے کہ شربت کہکر پلا دیجئے۔ دوا کا نام زبان پر نہ آئے۔ کہ اس سے ہمیں سخت چڑ ہے۔ خیر۔ اگر آپ منہ بنانا چھوڑ دیں تو ایسا کر کے بھی دیکھ لیں گے۔ مقصود دوا پینے سے ہے نہ کہ چڑانے سے۔ مگر براہ کرم چند دنوں تو توقف ہی فرمائیے۔ کچھ عرصے تک تو دوا کا نام سننا ہی پڑیگا۔ آپ نے چالیس برس تک شہد و شکر سے کام و دہان کو لذت بخشی۔ دو چار دن کڑوی کسیلی دوا کا تذکرہ سن لیجئے گا تو کیا ہرج ہوگا؟ عجب نہیں کہ چند دنوں میں سنتے سنتے آپ کی وحشت بھی کم ہو جاوے۔ اور پھر ایسے عادی ہو جائیں کہ شربت بھی ملے تو دوا کہکر منہ سے لگائیں۔

مشکل یہ ہے کہ لوگ تیشے کی ضرب کی سختی کو دیکھتے ہیں مگر اسے نہیں دیکھتے کہ عمارت کی بنیاد بھی تو برسوں کی پرانی ہے۔ اگر کسی پرانی بنیاد کو اکھاڑنا مقصود ہو تو اس پر ابتدائی ضربیں سخت سے سخت لگائیے۔ جب جڑ ہل جاوے گی تو پھر آپ کو اختیار ہے انگلیوں سے مٹی ہٹا کر اینٹوں کو ایک ایک کر کے اٹھا لیجئے گا۔ لیکن اگر پہلی ضرب ہی سست پڑی تو پھر برسوں میں بھی نئی عمارت کیلئے جگہ صاف نہ ہو سکے گی۔ یہی سبب ہے کہ ہم اس وقت اپنے کاموں کیلئے سخت سے سخت سختی کو بھی نرمی سمجھتے ہیں۔ جہانتک بازوؤں میں زور ہو جلد جلد ضربیں لگاتے جائیے۔ زمانے کا سیلاب بھی آپ کی مدد کیلئے تیزی سے امڈا آرہا ہے۔ اگر آپ نے اپنا کام پورا کر دیا تو پھر آپ کو ہمیشہ کیلئے فرصت ہے۔ یہ سیلاب خود بنیاد کی مٹی تک بہا لیجائیگا وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

خواجہ صاحب کا سفر انگلستان

۷ ستمبر کو خواجہ صاحب بخیر و عافیت انگلستان روانہ ہو چکے ہیں اور اسوقت وہ سمندر کو چیرتے ہوئے جا رہے ہیں خواجہ صاحب نیک ارادہ کیساتھ تبلیغ اسلام کیلئے انگلستان میں ذرایع اور اسباب کو معلوم کرنیکے لئے جا رہے ہیں یہ ایک ایسی مبارک اور پاک خواہش ہے کہ جسپر ہر شخص کو جو اسلام کیلئے دل میں جوش اور تڑپ رکھتا ہے خوش ہونا چاہیئے خواجہ صاحب بالفعل وہاں ۶ ماہ کے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں ناظرین الحکم کو معلوم ہے کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک وفد کی تحریک ایک مرتبہ ہوئی تھی۔ میں نے وفد کے متعلق مشکلات پیش کر کے بتایا تھا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا پھر اسی سلسلہ میں ۷ جولائی ۱۹۱۲ء کے الحکم میں "ممالک غیر میں تبلیغ کیلئے پہلا قدم" کے عنوان سے ایک تحریک کی تھی کہ کوئی گریجویٹ ولایت بھیجا جاوے جو ایک طرف اپنی تعلیم مکمل کریگا

قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم

قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام میں سابقون الاولون کے مصداق تھے۔ گذشتہ ہفتہ انہوں نے لودہانہ میں وفات پائی اور ان کی محبت اور قادیان کی سرزمین کے ساتھ وفاداری کا عہد اُن کو مقبرہ بہشتی میں لے آیا۔ جہاں انہوں نے اپنے محبوب آقا کے قدموں میں جگہ پائی۔ قاضی خواجہ علی صاحب کے اخلاص و محبت ان کی ارادت و وفا کے متعلق میرا کچھ لکھنا بے سود ہے جبکہ حضرت امام المتقین نے متعدد جگہ اپنی تصنیفات میں ان کا ذکر کیا ہے قاضی صاحب سلسلہ عالیہ کی خدمت کے لئے اپنے پہلو میں ایک بیتاب مگر مستعد دل رکھتے تھے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ وہ جب تک لودہانہ میں رہے۔ وہاں کی جماعت کے لئے بمنزلہ روح تھے۔ لودہانہ کو بعض باتوں میں دوسرے شہروں پر حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ کے لحاظ سے ایک خاص شرف ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لودھانہ میں جماعت نے بہت کم ترقی کی اور وہاں کے لوگوں نے اس نعمت کا کفران کیا مگر با ایں لودہانہ ہی وہ شہر ہے جہاں سب سے پہلے اعلان بیعت ہوا اور وہاں ہی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو لودہانہ ہی وہ جگہ ہے جہاں سے مسیح موعود کے دعوی کا اعلان ہوا۔ لودہانہ ہی پہلا شہر ہے جہاں کے رئیس قاضی خواجہ علی صاحب نے میر عباس علی صاحب کی معیت میں براہین احمدیہ کی اشاعت و اعانت کے کام میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ لودہانہ ہی وہ شہر ہے جہاں مہینوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جاکر قیام فرماتے تھے۔ بالآخر لودہانہ ہی وہ شہر ہے جہاں کے ایک باخدا اور صاحب سلسلہ بزرگ نے حضرت مسیح موعودؑ کو شناخت کیا اور آخر اسی تعلق میں ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح کا تعلق اس خاندان سے ہوگیا۔ میرے نزدیک لودہانہ کو بہت باتوں میں دوسرے شہروں پر شرف ہے اور میں اس وقت اس کی خوبیوں ہی کا پہلو اپنے ذہن میں رکھتا ہوں۔ اب بھی وہاں کی جماعت بہرحال قابل قدر ہے۔ قاضی صاحب اس جماعت کے روح رواں تھے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لودہانہ کی جماعت پر ناراضگی کا ایک سبب پیدا ہوگیا اس موقعہ پر قاضی صاحب عفو تقصیر کے لئے آگے بڑھے اور میں تو بلا خوف تردید کہونگا کہ قاضی صاحب کی دیرینہ خدمات اور اخلاص ہی اس وقت آڑے آیا اور حضرت اقدس نے تقصیر معاف کردی

ہمارے مکرم اور مخلص بھائی حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کی وفات کے بعد قاضی صاحب کو لنگر خانہ کا مہتمم بنایا گیا۔ اس کام کو انہوں نے نہائت دیانت۔ امانت۔ استقلال اور برداشت سے کیا کبھی ان کے ماتحت لوگوں کو ان سے وجہ شکائت پیدا نہیں ہوئی۔ قاضی صاحب ایک پرانے زمانہ سے افیون اور حقہ کے عادی تھے موت سے پہلے قادیان ہی میں انہوں نے ان دونوں چیزوں ترک کردیا اور ایسی جوانمردی سے مقابلہ کیا کہ پھر ان کی طرف توجہ نہ کی ان دیرینہ لگے ہوئے نشہ کو یکدم چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئے۔ حالت بیماری میں مجھے افسوس سے ذکر کرنا پڑا ہے کہ ان کی پوری خبرگیری قادیان میں نہیں ہوسکی مجھے ذاتی طور پر قاضی صاحب سے پرانی واقفیت ہے اور ایک رنگ میں تعلق ہمسائگی رہا ہے۔ بیماری کے دنوں میں میں کبھی ان کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ کیا حال ہے تو فرماتے

الحمدللہ کوئی تکلیف نہیں

میں نے متعدد مرتبہ پوچھا جب پوچھا۔ نہائت اطمینان اور تسلی کے ساتھ یہی جواب دیتے جس سے میں ان کی موت ایک نفس مطمئنہ کا رجوع الی الرب یقین کرتا تھا آخر وہ مرنے کے لئے تو لودہانہ گئے اور دفن ہونے کے لئے قادیان پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادموں میں سے اب بہت تھوڑے باقی ہیں اور گویا یہ لوگ بطور تبرک کے ہیں لودہانہ کی جماعت نے قاضی صاحب کی خوب خدمت کی اور برادرم مکرم منشی محمد شفیع صاحب نے ان کی آخری خدمت کو نہائت اخلاص سے ادا کیا وہ ان کی لاش لیکر یہاں پہنچے اور اپنے پیارے بھائی کو اپنے پیارے آقا کے قدموں میں سپرد خاک کرکے چلے گئے۔ قاضی صاحب ہمیشہ ایک آسودہ حال اور فارغ البال بزرگ تھے ان کا دل بڑا وسیع اور حوصلہ مند تھا ایک مرتبہ اٹھارہ سو روپیہ کے نوٹ تکیہ کے غلاف ہی میں ضائع ہوگئے مگر پرواہ تک نہیں کی قاضی صاحب نے اپنی نرینہ نسل میں صرف ایک پوتا اپنی یادگار چھوڑا ہے دل بہت کچھ اس بچھڑے ہوئے دوست کے متعلق لکھنے کو چاہتا ہے کہ اس کے اخلاق اور واقعات سے احباب کو آگاہ کروں مگر اب میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ الفاظ دوہرا دیتا ہوں جو آپ نے ازالہ اوہام میں اس مخلص کے متعلق لکھے تھے۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں سلسلہ کے اس قدیم مخلص کی ترقی مدارج اور مغفرۃ کے لئے دعائیں کریں اور نماز جنازہ غائب پڑھ دیں۔ قاضی صاحب نے مرنے سے پہلے اپنی وصیت کی اور تجہیز و تکفین کے لئے ایک الگ رقم جدا کردی۔ غرض۔

حق مغفرت کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

حضرت خلیفۃ المسیح رضی نے اپنے اس مخلص خادم کا جنازہ اپنی جماعت کو لیکر پڑھا جب اس کے جنازہ کو مقبرہ بہشتی میں لیکر گئے تو آسمان نے قطرات رحمت برسا دیئے اور ہم اپنے ہاتھوں اس مخلص کو پیوند خاک کر آئے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ اور قوم میں ایسے بزرگوں کا نعم البدل پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کلمات قاضی خواجہ علی مرحوم کے متعلق

(۱) حبی فی اللہ قاضی خواجہ علی صاحب۔ قاضی صاحب موصوف اس عاجز کے ایک منتخب دوستوں میں ہیں۔ محبت و خلوص و وفا و صدق و صفا کے آثار ان کے چہرہ پر نمایاں ہیں خدمت گذاری میں ہر وقت کھڑے ہیں وہ ان اوّلین سابقین میں سے ہیں۔ جن میں سے اخویم میر عباس علی صاحب ہیں وہ ہمیشہ خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ایام سکونت لودہیانہ میں جو چھ چھ ماہ تک بھی اتفاق ہوتا ہے ایک بڑا حصہ مہمانداری کا خوشی کے ساتھ وہ اپنے ذمہ لیتے ہیں اور جہاں تک ان کے قبضہ قدرت میں ہے وہ ہمدردی اور خدمت اور ہر ایک قسم کی غمخواری میں کسی بات سے فرق نہیں کرتے اور اگرچہ وہ پہلے ہی سے مخلص باصفا ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ زیادہ تر قریب کھینچے گئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ حقانیت کی روشنی ایک بیغرضانہ خلوص اور للّہی محبت میں دمبدم ان کو ترقی دے رہی ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان ترقیات کی وجہ سے اپنے حسن ظن کے حالات میں زیادہ سے زیادہ پاکیزگی حاصل کرتے جاتے ہیں اور روحانی کمزوری پر غالب ہوتے جاتے ہیں۔ میرا دل ان کی نسبت یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ وہ دنیوی طور سے ایک صحیح اور باریک فراست رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل نے اس عاجز کی روحانی شناسائی کا بھی ایک قابل قدر حصہ انہیں بخشا ہے اور آداب ارادت میں وہ صفائی حاصل کرتے جاتے ہیں اور قلت اعتراض اور حسن ظن کی طرف ان کا قدم بڑھتا جاتا ہے اور میری دانست میں وہ ان مراحل کو طے کر چکے ہیں جن میں کسی خطرناک لغزش کا اندیشہ ہے۔